شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری کی وفات
اک گوہر نایاب کی گم شدگی ۔ایک عہد زریں کا خاتمہ

بدر الحسن القاسمی کویت

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ۱۳۵۵ ۔ ۱۴۳۸ھ، ۱۹۳۷ ۔ ۲۰۱۷ء کی وفات ایک فرد کی نہیں ایک جہاں کی موت ہے، وہ بلاشبہ ان قدسی نفوس میں سے تھے جن کے بارے میں ہر کسی کا دل یہی چاہتا ہے کہ کاش یہ چشمۂ فیض کچھ عرصہ اور اسی طرح جاری رہتا۔ لیکن وقت موعود آجائے تو نہ کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے اور نہ لوگوں کی آرزوئیں اور تمنائیں، چنانچہ حکم الہی سے وہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

مولانا یونس صاحب نہ صرف ایک مدرس اور محدث تھے بلکہ ایک دائرہ علم تھے، ان کی زندگی ہر قید و بند سے آزاد لیکن گیسوئے علم کی اسیر رہی۔ انہوں نے منقول و معقول سارے علوم ماہر اساتذہ سے حاصل کئے گئے وہ اور اپنے سینہ میں محفوظ رکھا تھا اور اس میں وہ اپنے معاصرین سے فائق اور ممتاز تھے۔

علوم میں بھی اپنے اساتذہ کی طرح جامعیت اور دقت نظر سے بہرہ ور تھے اس لئے وہ اپنی وفات کے ساتھ علم وفن کا ایک کارواں اپنے ساتھ لے گئے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

یا دوسرے لفظوں میں:

داغ فراق صحبت شب کی جلی سوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ان کا حشر ائمہ محدثین کے زمرہ میں کرے اور ان کو فردوس بریں میں جگہ نصیب فرمائے، ان کے انتقال کی خبر کا شدت سے احساس مجھے اس لئے بھی ہورہا ہے کہ ابھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مدینہ طیبہ میں تھا تو ان کے نہایت مخلص شاگرد اور خادم خاص مولوی یونس ٹباٹ نے ''نبراس الساری'' کی پہلی جلد لا کر دی جو مولانا کے درس حدیث سے ماخوذ شرح بخاری ہے اور مولانا کی اس تلقین کے ساتھ دی کہ کتاب کا نسخہ بدر الحسن قاسمی کو دو اس کا ذہن تنقیدی ہے وہ مفید مشورے دے گا۔ کہاں میں اور مولانا کے افادات پہ رائے زنی لیکن یہ ان کے عالمانہ تواضع کی بات تھی۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ چند سال پہلے (۲۷رشعبان ۱۴۳۴ھ کو) مولانا محمد یونس صاحب سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی وہ خاص کیفیت میں تھے پہلے

بزرگانہ نصیحت فرمائی پھر انتہائی شفقت سے پیش آئے۔ روایت حدیث کی اجازت بھی دی اور ''الیواقیت الغالیۃ'' کی چوتھی جلد کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا رات میں میں نے کتاب پر ایک نظر ڈال لی تھی اگلے دن قیام گاہ پر حاضری ہوئی تو میں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں ان کے طریقہ کے بارے میں اپنے بعض طالب علمانہ اشکال ظاہر کئے تو اس کی وضاحت کی میرے اشکال کا دائرہ بڑھتا گیا تو انہوں نے پوری کتاب پڑھ کر رائے دینے کے لئے کہا اور اپنی دوسری تحریروں کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

پھر جب ان کے اسانید کا مجموعہ ''الفرائد'' چھپ کر آیا تو اس کے بارے میں بھی انہوں نے میرے مشورہ کو سراہا۔

''نبراس الساری'' استفادہ کی غرض سے میں نے پڑھنا ہی شروع کیا تھی کہ آج اچانک ان کے انتقال کی خبر آئی کہ اب اس دار فانی میں ان کی زیارت ممکن نہیں رہی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ ؎ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی وفات سے نہ صرف برصغیر میں علم حدیث کی مسند سونی ہوگئی ہے اور صحیح معنوں میں ''شیخ الحدیث'' کہلانے کا کوئی مستحق باقی نہیں رہا۔

مولانا یونس کی حیثیت مینارۂ نور کی تھی وہ اس عہد کا تسلسل تھے جس میں ایک طرف دارالعلوم دیوبند کے نامور شیخ الحدیث مولانا فخرالدین احمد مرادآبادی مسند حدیث پر براجمان تھے تو دوسری طرف سہارنپور میں حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی بابرکت ذات ''شیخ الحدیث'' کے منصب کا بھرم قائم کئے ہوئے تھی۔

استاذ محترم مولانا فخرالدین صاحب حضرت شیخ الہند محمود حسن اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم کے وارث وامین تھے اور جن کے درس کی شان یہ تھی کہ نامور محدث وفقیہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کہنے لگے کہ میں نے حدیث کے صرف ایک جزء کی تشریح میں تین دن تک ان کے درس میں شرکت کی۔

حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ اپنے محترم والد کے واسطہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے علوم کے وارث بنے اور دوسری طرف حضرت مولانا خلیل سہارنپوری کے دست راست رہے۔ ''بذل المجہود'' کی تدوین میں ان کے معاون رہے اور ''اوجز المسالک''، جیسی عظیم کتاب تصنیف کی اور ''لامع الدراری''، ''الکوکب الدری'' اور ''الابواب والتراجم''، جیسی بیش بہا کتابوں کی تدوین وترتیب کا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے علم وفضل کی سب سے شہادت تو یہی تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ جانے سے پہلے ان کو اپنا جانشیں بنا اور صحیح بخاری کی تدریس ان کے سپرد کی۔

ٹھیک اسی طرح کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے سفر حجاز سے پہلے علامہ انور شاہ کشمیری کو اپنا جانشیں بنایا اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب ہر لحاظ سے صحیح اور برمحل تھا۔

علامہ ابن الہمام کے بارے میں تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے علامہ قاسم بن قطلوبغا کو اپنا جانشیں بنایا تھا اور اسی طرح حضرت امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد محمد بن الحکم کی قربانیوں کے باوجود اپنی جانشینی کے لئے امام مزنی کا انتخاب فرمایا جو امام طحاوی کے حقیقی ماموں تھے۔

حضرت مولانا محمد یونس کو علم حدیث میں جو مہارت حاصل تھی اس کی نظیر عالم عرب میں بھی بمشکل ہی ملے گی بلکہ اتنی جامعیت رکھنے والی شخصیت شاید نہ مل سکے۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری۔تصنیف وتالیف کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی۔البتہ ان کے افادات درسی تقریروں اور اکابر اہل علم کی طرف سے استفسار کے جواب میں مراسلوں کی شکل میں محفوظ رہے جن کو ان کے بعض باہمت وعزیمت شاگردوں نے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے اور اس طرح ''الیواقیت الغالیۃ'' کی چار جلدیں منظر عام پر آگئیں اور ''نبراس الساری'' کے نام سے شرح بخاری کی اشاعت بھی شروع ہوگئی ہے۔

مولانا چونکہ روایتی تصنیف وتالیف کے طریقوں کے پابند نہیں رہے اس لئے ان کے ''افادات'' کی ترتیب وتدوین کا عمل بڑی محنت اور خاص سلیقہ کا طالب ہے تاکہ عالمی طور پر ان کے اس ذخیرہ کو عام کیا جاسکے۔

ان کے دسیوں رسائل میں جو ''الیواقیت'' کے مجموعہ میں محفوظ تو ہوگئے ہیں لیکن وہ اس وقت تک سربمہر ہی رہیں گے جب تک ان کو علاحدہ رسائل کی شکل میں شائع نہ کیا جائے اور عربی اور اردو کے افادات الگ الگ نہ کئے جائیں۔مولانا محمد ایوب السورتی اپنی محنت پر لائق مبارک باد ہیں اور امید یہی ہے کہ ان رسائل کی تحقیق نئے انداز سے ترتیب اور طباعت واخراج کے جدید معیار کی رعایت کے ساتھ ان کو پیش کیا جائے گا۔

مولانا کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''ارشاد القاصد'' نامی رسالہ میں انہوں نے ۱۶۸ حدیثیں ایسی جمع کردی ہیں جو صحیح بخاری میں ایک ہی سند کے ساتھ مکرر آئی ہیں جبکہ امام بخاری اس طرح کے تکرار کی نفی کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ بمشکل ۲۲ حدیثیں پیش کرسکے ہیں۔

آپ سے علمی استفسار کرنے والوں کی فہرست میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مولانا عبد الجبار صاحبؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ اور دیگر اہل علم شامل ہیں اور آپ نے ہر سوال کا جواب پوری تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔

مولانا محدث تھے اصل مخاطب آپ کے طلبہ بن رہے ہیں وسعت نظر کے بعد اور زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں اور محدثین عظام کے مسلک ومذہب کی تحقیق میں گزارنے کے بعد بعض مسائل میں ان کا رجحان محدثین کے مسلک کی طرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح احادیث کی تصحیح وتضعیف میں بھی ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں جن سے ہر جگہ اتفاق ضروری نہیں ہے لیکن اس سے ان کے علمی مقام پر حرف نہیں آتا۔اور جس طرح علامہ ابن الہمام کی انفرادی تحقیق اور شاذ اقوال ان کو فقہ حنفی کے دائرہ سے نہیں نکالتے اسی طرح دیگر محقق علماء کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہئے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا کا مشہور قول ہے کہ ہمارے استاذ کے شاذ اقوال فتوی کے لئے معتمد نہیں ہیں۔

مولانا یونس صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے اللہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین۔